سلسلے سوالوں کے

کہکشاں تبسم

سلسلے سوالوں کے

اس کتاب کی اشاعت میں اردو ڈائریکٹوریٹ، محکمہ راج بھاشا،
حکومت بہار کا جزوی مالی تعاون شامل ہے

کتاب کا نام : سلسلے سوالوں کے (نظموں کا مجموعہ)
شاعرہ : کہکشاں تبسم
موبائل نمبر : +919431057786,+918651449489
ای میل : kahkashantabassum26@gmail.com
تعداد : ۵۰۰
سنہ اشاعت : ۲۰۱۵ء
صفحات : ۱۷۶
قیمت : ۲۰۰ روپے
کمپوزنگ : ہاجرہ بیگم
مطبع : تاج آفسیٹ پریس، دریا گنج، پٹنہ - ۸۰۰۰۰۴

رابطہ
معرفت: محمد ضیاء الاسلام رضوی، شعبہ اردو،
سبور کالج، سبور، بھاگل پور- ۸۱۳۲۱۰

ناشر

کسوٹی پبلیکیشن

صدر بازار، سمستی پور-۸۴۸۱۰۱
(بہار) انڈیا

ملنے کے پتے

کتاب منزل، تاتار پور، بھاگلپور
بک امپوریم، سبزی باغ، پٹنہ-۸۰۰۰۰۴
شمسی بک سنٹر، اسٹیشن روڈ، نزد: چھوٹی مسجد، سمستی پور-۸۴۸۱۰۱

انتساب

آگ اگلتے اِس صحرا میں
میری جانب بانہہ پسارے
اُس سرسبز شجر کے نام
شاخ گھنی گھنگھور ہے جس کی
جس کا ٹھنڈا سایہ تم

فہرست

●●

نغمہ کجا و من کجا

کہکشاں تبسم

وقت تو ہمیشہ اپنی رفتار سے گزرتا رہا ہے۔لیکن ماحول...... یہ تو پیپل کی مانند گھنا...... سایہ دار...... دکھ سکھ بانٹنے والا تھا۔ یہ کیوں پل پل رنگ بدلنے لگا؟ زندگی نے عجب رفتار پکڑلی ہے۔ بھاگم بھاگ...... آپا دھاپی...... سب سے آگے...... سب سے پہلے نکلنے کی دھن...... فلک آشیاں کرنے کی ہوڑ میں دھرتی سے پاؤں اکھڑتے جارہے ہیں۔دلوں سے بندھے رشتے، ناتے سب پچھلے یگ کی باتیں ...... باہمی رابطے، سماجی سروکار، دردمندی، سارے پرانے قصے۔سب کچھ پانے کی لالسا میں بہت کھوتا جارہا ہے...... دلوں کے درمیان فاصلے ہیں کہ بڑھتے ہی جاتے۔کون سوچے؟ سکون کے لمحے کہاں غائب ہوتے جارہے ہیں؟ منظر اتنی تیزی سے بدلتا ہے کہ آنکھیں جیسے بے نور ہوئی جاتی ہیں۔ کیا خواب بے آشیاں ہوجائیں گے؟ کائنات کا جمال؟ سانسیں رکنے لگتی ہیں۔انسانیت زینہ زینہ اترتی آدمیت سے حیوانیت کی ڈھلان پر لڑکھڑا رہی ہے۔آگے تو بس گہری کھائی ہے۔تھامنے والے ہاتھ غائب ہیں۔واپسی کے رستے خون کے دریا سے ہو کر گزرتے ہیں۔منافقت اور ریاکاری کے موسم جیسے چاروں جانب پسرے ہوئے ہیں۔نت دن روح کولرزاتی خبریں...... صبر کی حد......؟ظلم کو ظلم اور ظالم کو ظالم کہنا

ضروری نہیں ہے کیا؟ دنیا TV screen پر پنکھ پسارے بیٹھی ہے۔ قریہ قریہ...... گاؤں گاؤں......اور شہروں شہروں کشتِ جبر و وحشت زرخیز ہے۔ اور آگے ملکوں ملکوں یہی خونی منظر نامہ......دھواں دھواں بستیوں میں سینہ کوٹتی مائیں...... ملبے کے ڈھیر پر پھڑ پھڑاتے اجلے دوپٹے ...... مٹی کے کھلونوں کی صورت ٹوٹے بکھرے معصوموں کے لاشے...... درندگی کا لامتناہی سلسلہ ہے کہ تھمنے کا نام ہی نہیں لیتا......سوال نسل انسانی کے تحفظ اور بقا کا ...... روح کی اذیتیں ...... سسکیاں...... کراہیں...... سچ بولنے، لکھنے کی ذمہ داری تو لکھاریوں پر لازم ہے نا ——؟

میں نے بھی اپنی اسی چھٹپٹاہٹ کو، اپنی سوچ کو اور اپنے جذبوں کے تموج کو نظموں میں اتارنے کی کوشش کی ہے۔ کتنی سپھل؟ کہنا مشکل۔ بس یہ ہے اندر کی گھٹن کچھ کم ہو جاتی ہے۔ لیکن پھر وہی صورتِ حال ...... کاسۂ سوال اب بھی بھرے کا بھرا۔ خموشیوں کو آواز میں بدلنے کا عمل کارِ رائگاں سہی مگر ان نظموں کا یہی جواز ہے۔

●●

تب اور اب

اب لیموں کاٹنے پر
انگلیاں نہیں کٹتیں
دل کٹتے ہیں
کہ سامنا حسنِ یوسف سے نہیں
قہرِ نمرود سے ہے......!

●●

آہٹ

ہمیں اپنی بقا کا حق تو ہے جاناں......

زمیں اپنی ہو

اپنا آسماں بھی ہو

پہاڑوں، جنگلوں، دریاؤں اور چلتی ہواؤں پر

ہو مکمل دسترس اپنی

ہمیں اب تک

فلسطیں کی طرح مقبوضہ رکھنا

بھول ہے تیری

سمجھ لے!

دن تری اسرائیلیت کے لدنے والے ہیں......!!

●●

سنکٹ

سنو......!

منصف ہو تم......لیکن

کھڑے کب تک رہیں گے

ہاتھ باندھے ہم......؟

ہمیں بھی چاہیے وہ حق

جو اپنا ہے

کبھی ہنسنے کا رونے کا

خوشی سے مرنے جینے کا

تمہارے حکم سے ہٹ کر

نوالہ اپنی مرضی سے نگلنے کا

مگر کیسا یہ سنکٹ ہے

شکنجے میں تمہارے

عدل کی کرسی ہے صدیوں سے......!!

●●

ہماری جنگ

ہماری جنگ
تمہارے خلاف نہیں
اپنے وجود کا اثبات چاہنا
غلط ہے کیا......؟
ہزاروں صدیوں کی بے حاصلی
اب اور نہیں
ڈرامے کا ڈراپ سین ہونا چاہیے......!

●●

سلسلے سوالوں کے

ہزاروں صدیاں گزر چکی ہیں......
کسی سمے میں وہ تھی ستونتی
کہیں ساوتری
کہیں تھی میرا
ہر ایک یگ میں
عقیدتوں کی لہر میں بھیگی
تپسیا کے سحر میں گم سم
روایتوں کے نشے میں ڈوبی
تمہارے قدموں کی گرد کو وہ تلک بناتی
دیے جلاتی تھی نقشِ پا پر
جنم جنم کا اٹوٹ رشتہ

نبا ہے جاتی......!
ہزاروں صدیوں سفر کیا ہے
نظر جمائے
تمہارے پیچھے
تمہارے دکھ پر دکھی ہوئی ہے
تمہارے سکھ پر سکھی ہوئی ہے
مگر بتاؤ......
ہزاروں صدیوں کے درمیاں کوئی ایسا لمحہ
جو تم نے اس کے لیے جیا ہو
سوائے آنسو کے کوئی جگنو
کبھی جو آنچل میں جڑ دیا ہو
پرانے برگد پہ ایک دھاگا
کہیں تو اس کے بھی نام کا ہو
اندھیری طاقوں پہ اس کی خاطر
رکھا ہوا بھی تو اک دیا ہو
نہیں ہے کچھ بھی
کہیں نہیں ہے......
وہ اپنی تاریخ میں تمہارا
لکھے بھی گر نام
کس طرح سے......؟

●●

تجربہ

مرے محافظ......

چڑھائے تیور

نوکیلی مونچھوں پہ تاؤ دیتے

نبھا رہے ہیں پرانا منصب

نہ جانے کب سے

انہیں خبر ہے ؟

بدن سے ہٹ کر بھی ایک دنیا بسی ہوئی ہے

نہ اس پہ پہرا لگا کسی کا

پرندوں جیسی اڑانیں بھرتی ہیں سوچیں اپنی

کھلے افق پہ

کھلی فضا میں

کہ ہم نے اپنے

بدن سے روحیں نکال لی ہیں

اور ایک کھونٹی پہ ٹانگ دی ہیں

محافظوں کی نظر بچا کر......!!

●●

خود سے مکالمہ

تمہاری سسکیاں
صدیوں رہی ہیں ان سنی
اور آنسو بھی تو ان دیکھے رہے ہیں
کہ تم سرگوشیوں کو بھی
خموشی کی ردا سے ڈھانپے رکھتی ہو
یہ نم آنچل اگر ہوتا زمیں
تو کب نمک کی کان بن جاتا
وراثت میں تمہیں ملتا ہی کیا ہے ......؟
فقط اک صبر کی تلقیں
مقدر جس کو کہتے ہیں......!
یہ روز و شب کی محنت کے عوض تم کو ملا بھی کیا......
مصائب کی بھری تھالی

کٹورا بھر سلگتے زخم
خموشی اور گھٹن کی چٹنیاں ـــــ جن کو
نوالے کی طرح ڈالو،
انہیں کڑوے دھوئیں کے گھونٹ ـــــ پی پی کر
پچالو' چپ رہو
اشاروں پر تمہیں
روبوٹ کی صورت ہے چلنا ـــــ بس
خود اپنی آنچ میں جلتی رہیں صدیوں
کبھی ان کو بھی یہ سب سونپ کے دیکھو
کہ جن کی بے نیازی،
بے حسی کی آہنی چادر نے
اک جھونکا کبھی تازہ ہوا کا
نہیں آنے دیا تم تک......!!
کہ اپنی زندگی کی سرد دیواروں پہ تم اب تک
فقط پینٹنگ کی صورت ہونگی
چمکتے رنگ وروغن سے بھری ـــــ لیکن
تمہارے بول غائب ہیں......سنو
اگر زندہ ہوتو آواز کی لوکو کرو روشن
نہیں تو
بے صدا چیخوں نے کب سناٹا توڑا ہے......!!!

●●

یہ خواب کل کے

ہماری آنکھوں کو خواب بننے کی چاہتیں تھیں
تو اس نے سوچا
کہ آنکھیں پھوڑ دو
بصارتوں اور بصیرتوں کی لطیف کرنیں
یوں بجھ سکیں گی
ہمارے ہاتھوں میں جرأتوں کی
لکیریں اس کو ڈرا رہی تھیں
تو اس نے سوچا کہ ہاتھ کاٹو
وہ حوصلے جو............
گزشتہ صدیوں رقم ہوئی تھے
ورق ورق پر
تو اس نے سوچا کہ پنکھ نوچو

اڑان بھرنا ہی بھول جائیں
نئے افق نہ تلاش کرلیں
نئی عبارت نہ لکھنے پائیں
اپاہجوں کی بھی کوئی تاریخ بن سکی ہے؟
ڈرایا اس نے طرح طرح کے عذاب دے کر
مگر نہ جانا
ترقیوں کی اسی صدی نے تو اندھی آنکھوں کو خواب سونپے
زباں کو لفظوں کی سلطنت دی
خزانے جیسے خیال بخشے
نئی دشائیں سفر کی خاطر عطا ہوئیں، تو
یہ پاؤں کب ہیں مسافتوں سے پلٹنے والے
بڑھے چلیں گے
نئے افق کی تلاش کرنے............!!

●●

کھیل پرانا

آؤ...... گڑیا گڑیا کھیلیں
کچھ پل اپنے من کی جی لیں
آؤ...... بنائیں گتّے کا ہم ایک گھروندا
کمرے، کھڑکی، دروازے سب
رکھیں اپنے خواب کی صورت
آنگن میں اک پیپل جھومے
اس کی شاخ پہ جھولا جھولیں
اس کونے سے اس کونے تک دوڑ لگائیں
بے قابو ہوں سانسیں لیکن
من کی ساری تھکن مٹالیں
پانچ کی گھنٹی بجتے ہی حاکم کا دفتر
گھر کی صورت کھل جائے گا
پھر تو جاناں
کٹھ پتلی کا وہی پرانا کھیل سمئے دہرائے گا......!

●●

ہمیں خانوں میں مت بانٹو

ہمیں خانوں میں مت بانٹو
کہ ہم تو روشنی ٹھہرے
کسی دہلیز پر جلتے ہوئے شب بھر
کسی کا راستہ تکتے
چراغوں سے بھی آگے ہے جہاں اپنا
اجالوں کی کمک لے کر
اندھیرے کی صفوں کو چیر جاتے ہیں
یہ جگنو، چاند اور تارے
ہماری صورتیں جیسے..........!
ہمیں خانوں میں مت بانٹو......
ہوائیں ہم
بھلا دیوار و در میں قید کیا ہوں گے

سنہری صبح،
ڈھلتی شام کی راحت ہمیں سے ہے
ہمیں میزان پر رکھنے سے پہلے،
تولنے سے قبل اتنا سوچ لینا ہے
ہمارا بوجھ تیری بند مٹھی میں دبی رسی
اٹھائے گی بھلا کیسے
کہ ہم تو شش جہت میں
جس طرف نظریں اٹھاؤ
دیکھ لو......پھیلی ہوئی، بکھری ہوئی ہم کو
کہ ہم تو زندگی ہیں......!!!

●●

پھسلتے لمحے

جورات میری اداس آنکھوں کی نم زمیں پر
اتر رہے تھے
وہ خواب سارے
مری، تمہاری محبتوں کی کہانیاں تھے
گئے دنوں کی رفاقتوں کی نشانیاں تھے
وہ اپنے آنچل میں بھر کے لائے
گزشتہ موسم کے سبز پتے
گلاب لمحے
ستارہ یادیں
جو دشتِ شب کی خموشیوں میں ہوئیں فروزاں
ہے جن کی خوشبو فضا میں لرزاں......!
مگر یہ سارے پرانے قصے ہوئے ہیں جاناں

وہی ہوں میں بھی

وہی ہو تم بھی

وہی ہیں راہیں

وہی سفر ہے

بدل چکا ہے سمئے کا منظر

رتیں بھی کتنی بدل چکی ہیں

میں کیسے روکوں گئے دنوں کو

کہ بند مٹھی سے سارے لمحے

پھسلتے جاتے ہیں جیسے ریشم ....!!

●●

نیا ورق

تمہیں خبر ہے......
تمہاری کہنہ روایتوں کی دبیز چادر
پھٹے ہوئے بادباں کی صورت
ہوئی بے مصرف
صفائی کرنا ہے اپنی فطرت
تو اس سے پونچھا لگا رہی ہوں
ہزار صدیوں کی گندگی کو مٹا رہی ہوں
رقم ہے کرنی نئے سرے سے نئی عبارت
سنہرے لفظوں میں لکھی جائے نئی روایت
نئے ورق پہ ہو جگمگاتی
ہماری تاریخِ نو بھی اب کے......!!

●●

بدلے منظر

کیا بھولوں کیا یاد رکھوں میں
سارے قصے ایک ہی جیسے
گھٹتی سانسیں وہی پرانی
گھائل منظر ایک ہی جیسے
کچھ کہنے کے دن کب آئے
کڑھنا، رونا اپنی فطرت
ہنسنے کے بھی دن کب آئے
اب سنتے ہیں رت بدلی ہے
رت بدلی تو منظر بدلے
سوچ رہی ہوں جاناں اب کے
سونپوں تم کو زخم وہ سارے
کوڑوں سے جو پیٹھ نے کھائے
دیکھوں تو کیسے سہتے ہو
ہنستے ہو یا رو دیتے ہو
شاید اب کے دن ہیں میرے
کہہ دینے کے ہنس پڑنے کے............!!!!!

●●

بنتِ حوّا

صحیفے جتنے جہاں میں آئے
وجود میرا ہے سب میں مثبت
دھنک کے رنگ میں گندھا ہوا ہے
نمو کی قوت بھری ہوئی ہے
کہیں رفاقت، کہیں پہ ہجرت
کہیں محبت، کہیں مسافت
کہیں عقیدت، کہیں ریاضت
ہزار جلوؤں کی داستاں ہوں
میں بنتِ حوا، میں بنتِ مریم
تمہاری جنت کی پاسباں ہوں!!

●●

جگنوستارہ خواب

افق کے پار چلو......آؤ سیر کرتے ہیں
افق کے پار بھی آفاق ہیں کئی جاناں
ہماری آنکھ سے اوجھل سہی
مگر ہیں تو
ہمارے خواب میں روشن وجود ہے ان کا
ان ہی کی کرنوں سے اک پالکی بنائیں ہم
دھنک کے رنگ بھرے پنکھ پھر سجائیں ہم
اڑان بھرتے پھریں آسمان سے آگے
تلاش کرنے چلیں اک جہانِ تازہ پھر
سفر ہے شرط
کہ جینے کا کچھ جواز تو ہو
ہماری آنکھ میں جگنو، ستارہ، خواب تو ہو......!!

●●

الجھن

مرے بچے پریشاں ہیں مری چپ سے
مگر میں کیا کہوں ان سے
اجڑتے گاؤں اور بڑھتی ہوئی شہروں کی آبادی
بکھرتے خاندانوں نے تنہائی کیسی آزادی
نہ اب برگد کی ٹھنڈی چھاؤں،
نہ سائے ہیں پیپل کے
نہ وہ پگڈنڈیاں باقی،
نہ وہ چہرے ہیں جنگل کے
نہ سمجھیں گے مری باتوں کو یہ بچے نئے کل کے
بھلا میں کیا کہوں ان سے
مری چپ کا سبب کیا ہے؟
فقط اک فون بھائی کا

مکاں آبائی بکنے کا
بڑے شہروں میں بسنے کا
خبر تھی یا دھماکا تھا
ہوا جیسے کھنڈر یہ دل
برس بیتے جسے دیکھا نہیں، لیکن
مرے خوابوں کا وہ آنگن
جہاں کھیلا مرا بچپن
فقط اک فون آنے سے پرایا ہو گیا ہے......!!!!!

●●

گھائل رت

اگر ہم ہی نہ ہوں تو پھر
تمہاری انگلیوں کو تھام کر
گڑیوں کا گھر لانے
بتاشے، ریوڑی کھانے
کبھی جھولا جھلانے، گیت گانے کی
انوکھی، توتلی فرمائشیں کرنے کو ہوگا کون......؟
یہ محنت، یہ مشقت سے ملی آسائشیں
پھر کس لیے ہوں گی......؟
تمہارے ہاتھ پہ راکھی کا دھاگا کون باندھے گا......؟
تمہارے گھر کے سناٹے میں
کس کی پائلیں چھم چھم سنائیں گی......؟
نہ گونجے گی کبھی ان ریشمی لمحوں کی دھن، جس میں
کھنک کنگن کی شامل ہو

گلابوں سے گندھے گجرے

بھلا پھر کس لیے ہوں گے......؟

مسافت زندگی کی

کس کے شانوں کے سہارے طَے کرو گے تم......؟

تمہارے گھر کی چوکھٹ پر

چراغاں کرنے والے ہاتھ

غائب ہونے والے ہیں

عذابوں سے بھرا منظر

زمانے کا مقدر ہونے والا ہے

ابھی بھی وقت ہے

کلکاریوں کو گونجنے دو تم

خدا کے واسطے روکو

ہمارا قتل ہونے سے

نہیں تو پھر............!!!

●●

میں اور نظمیں

کئی نظمیں ادھوری ہیں

مہینے دو مہینے سے

ورق جب بھی پلٹتی ہوں، بیاضِ شاعری کا میں

وہ مجھ سے پوچھتی ہیں

مکمل کیوں نہیں کرتی ہمیں آخر ——؟

نکالو وقت اور ڈالو نظر ہم پر

پڑھو پھر سے

کہ شاید ذہن موزوں ہو

تمہیں معلوم ہے وہ دکھ

ادھوراپن —— جو سہتا ہے؟

میں گم سم ہوں

بتاؤں کیا......؟

ادھورے پن کا دکھ

جو مدتوں تک میں نے جھیلا ہے
قیامت کیسی ڈھاتا ہے
کہ سورج اس سمئے جیسے
سوا نیزے پہ ٹھہرا ہو
خموشی لب پہ کنڈلی مارے بیٹھی ہو
اور آنسو دل میں گرتے ہوں
نگاہیں خشک ہوں
صحرا کی صورت ریت اڑتی ہو
کہ جیسے وسوسوں کے چڑھتے دریا میں
بھنور کے بیچ چکراتی ہوئی کشتی
کنارہ خواب
گمان وو ہم سے باہر ہو —— اَگلا پل
زباں کی ناگنیں
پھَن کاڑھے ہر سو لپلپاتی ہوں
بچانا خود کو مشکل ہو
کہوں کیوں کر میں نظموں سے
کہ تلواروں کی دھاروں پر چلی تم کب
مگر پھر بھی
اکیلی تم نہیں آدھی ادھوری سی
تمہاری ہی طرح میں بھی ہوں ....!!

●●

ماں ہونا کیا جرم ہوا؟

ماں ہونے کی خوش بختی
اب گئے دنوں کا خواب ہوئی
بچے میرے
قلم کے بدلے تھام رہے ہیں بندوقیں
خودکش بن کر
ٹکڑے ٹکڑے
شہروں، شہروں بکھر رہے ہیں
اپنے خوں میں سنور رہے ہیں............!
ماں ہونے کی اذیت سے ہم
لمحہ لمحہ گزر رہے ہیں
دشت میں جیسے ننگے پاؤں بھٹک رہے ہیں

مرتے دم تک
یہ اذیت تو سہنی ہی ہے
ڈر لگتا ہے
روزِ حشر بھی مولا ہم پر
ان بچوں کی نادانی کا
گمراہی کا
سارا ذمہ ڈال جو دے تو......!!

●●

یہ درد اب کے سوا ہے حد سے

وہ درد بھی تھا سوا حدوں سے
تمہاری آمد کا جس میں مژدہ چھپا ہوا تھا
وہ درد رگ رگ کی چیخ بن کر صدا ہوا تھا
تو آنکھ خوشیوں سے نم ہوئی تھی
زباں سے شکرِ خدا تھا نکلا
زمیں کا ٹکڑا جو زیر پا تھا
ہوا تھا جنت
کہ اپنی تکمیل پر ہوئی تھی میں سر بہ سجدہ......!
مگر مری جاں......
وہ خواب موسم گزر چکا ہے
ہزار راتوں کے رت جگوں کا حساب کیسا؟
جسے کہ اپنے لہو سے سینچا

شجر بنایا
وہ میرا کب تھا؟
عذاب کیسے اتر رہے ہیں
یا خواب آنکھوں میں مر رہے ہیں
رفاقتوں میں یہ ہجرتوں کی مہک گھلی کیوں ——؟
مسافتوں میں تھکن سی کیوں جسم و جاں میں اتری؟
کوئی بتائے ......
کہ گود بھرنے کے بعد خالی یہ ہاتھ کیوں ہیں؟
یہ کیسا چہرہ ہے زندگی کا؟
لبوں پہ حرفِ دعا ہے ساکت ......!!
میں پھر سے اک بار درد لہروں کی زد پہ ٹھہری یہ سوچتی ہوں
کہ جس کو بُننے میں عمر کاٹی
وہ خواب موسم گزر چکے ہیں
غبار آنکھوں میں بھر چکے ہیں
نوید دیتا ہو کوئی لمحہ
کوئی پکارے کہ میں یہیں ہوں
پلٹ کے آئیں وہ پاؤں جس کے لیے زمیں ہوں
نہیں ہے......کوئی صدا نہیں ہے
مگر مری جاں......!
یہ درداب کے سوا ہے حد سے......!!!

●●

گریہ افغانی ماؤں کا

تو اپنی آنکھ میں جیسا بھی چاہے، خواب پالے
کہ آنکھیں تیری اپنی ہیں
مگر
دنیا کو تعبیروں کی وحشت سے
ہراساں کر رہا ہے کیوں......؟
نحوست کیسی یہ پھیلا رکھی ہے؟
کہ میلوں تک گھروں کے گھر
پڑے ویراں ہیں
اور ماتم کناں ہیں
ہوا چنگھاڑتی ہے
برستے آگ کے گولوں سے سورج مات کھاتا ہے

زمیں بس کانپتی ہے

کہ بادل بھی حیا سے منہ چھپائے

اپنی ڈیوڑھی سے نکلتے ہی نہیں اب تو

کہ ماں کی چھاتیوں میں

دودھ کی نہریں بھی صحرا ہو چکی ہیں

نگوڑے دیکھ......

یہ دنیا تو اندھی، بہری اور گونگی ہو چکی ہے

تیری دہشت سے

تجھے ہے یہ خبر ظالم......

مرے نوزائیدہ روتے نہیں ہیں بھوک لگنے پر

وہ شاید مسکرانا بھول بیٹھے ہیں

فرشتے نیند میں آتے نہیں ان کے

ارے جھاڑو پھرے......

خبطی......!

تری بازی گری نے تو

قیامت سے بھی بدتر دن دکھائے ہیں

خدا کی مار ہو تجھ پر......!!!!!

●●

گوریّا

نہیں آتی ہے گوریا......
گھروں میں اب نہ طاقیں ہیں، نہ محرابیں
نہ آنگن ہے
کہ دیواروں پہ آ بیٹھے
پھدکتی، ڈولتی، اپنے پروں کو پھڑ پھڑاتی
ڈھونڈتی دانا
کوئی تنکا کہیں سے چونچ میں دابے چلی آتی
کسی کمرے کے روشن دان میں گھستی
اڑی پھرتی یہاں سے واں
اکیلے پن کے سناٹوں کو اپنی چہچہاہٹ سے مٹا دیتی
بڑوں سے لے کے بچوں تک کا اک زندہ کھلونا تھی

کہ ہم جیسے مکینوں کی طرح وہ بھی
تھی گھر کا لازمی حصہ
فجر سے شام تک ہلچل مچاتی
وہ اپنے زائیدوں کا پیٹ بھرنے کو
کبھی دانا، کبھی کیڑے اٹھالاتی
عجب سا شور اس کے گھونسلے میں ہوتا برپا تھا
وہ بچوں کو سکھاتی پھڑ پھڑانا پر
پھدکنا اور پھر اڑنا
کتابوں کے بنا وہ زندگی کا درس دیتی تھی
مگر اب وقت بدلا ہے
گھروں کی شکل بدلی ہے
فضائیں اجنبیت کی ردا اوڑھے
تقاضے زندگانی کے الگ ہیں کتنے پہلے سے
نگاہیں کہ بھٹک کر لوٹ آتی ہیں
بس اس کی یاد آتی ہے
نہیں آتی ہے گوریا ......!!!!!

●●

چیختی مسافت

سمئے کم ہے
تقاضے ان گنت ہیں زندگی کے
نہ جانے کتنی ذمہ داریاں طالب کھڑی ہیں
راستہ روکے
ہو جیسے قافلہ شرنارتھی کا ......
ابھی کارِ جہاں کا ایک لمبا سلسلہ ہے
تھکن اس پر کہ زینہ زینہ جسم و جان کے اندر
اترتی جا رہی ہے
رگ و پے کو شکستہ کر رہی ہے
مگر یہ زندگی فرمائشوں کے جال بنتی ہے
صدائیں رشتوں، ناتوں کی جکڑتی ہیں

کہ ہوں زنجیر پا جیسے
مسافت چیختی ہے......!
مگر کب تک یہ منظر
کہ اب تو دھوپ
دیواروں سے غائب ہو رہی ہے
سمئے کتنا بچا ہے کون سوچے؟
کھلی آنکھوں کے سارے چونچلے
کب تک سلامت ہیں؟
سرکتا جا رہا ہے وقت میری بند مٹھی سے......!!

●●

دن یوں بیتے

چاند کا گوٹا
چاند کی کرنیں
اماں نے اوڑھنی میں ٹانکیں
بٹیا کے آنچل سجنے کا خواب تھا کیسا
جھلمل، جھلمل
جگمگ، جگمگ پلکوں پر
چپکے چپکے دن یوں بیتے
زینہ زینہ
لمحہ لمحہ
چاندنی اتری زلفوں پر......!

●●

فطرت

میں اک جھرنا......
شہد آگیں، سبک رفتار، ٹھنڈی شبنمی فطرت
ہوں میں تو ماورائی لذتوں کا اک خزانہ
مجھے دیکھو......
میں کوئی سر پھری منہ زور سی ندی نہیں
کہ جب چاہو
کہیں پہ باندھ باندھو
روک لو
رخ پھیر دو میرا......!
میں اک جھرنا
ازل سے تا ابد ان دیکھی راہوں پر
مسلسل بہتے رہنا

تازہ دم، باحوصلہ فطرت مری
مجھے دیکھو......
مرے نزدیک آؤ
مجھے تشنہ لبوں سے اپنے چھولو
کہ میں بھی زندگی ہوں......!!

●●

بازی

تپتا ماتھا

جلتی آنکھیں

کالے حلقے

رخساروں پر زردی گھلتے

کس نے دیکھے......؟

دل کے اندر گرنے والے

قطرہ قطرہ آنسو بھی چپ

گیلی لکڑی......

آگ کہاں ہے......؟

اندر باہر دھواں دھواں ہے

کون بتائے......؟

سکۂ رائج الوقت کے بدلے
میرا وارث برسوں پہلے
تیرے ہاتھوں
زندہ سانسیں ہار چکا ہے
تب سے جاناں
احساسات کا گونگا پن
اور گیلی لکڑی جیسا جیون
اپنی قسمت کا لکھا ہے......!!!

●●

کٹھ پتلی

اختیار کی لمبی سرحد
سونپ کے دستِ نازک کو
تم نے شاید اپنے بوجھل شانوں کو آرام دیا!
لیکن جاناں......
روز و شب کی تکراروں کو بھول گئے کیوں؟
ایک نیام میں دو تلواریں کب رہ پائیں؟
ریشم لچھے اور چاندی کے تاروں میں
جو دوری آج اور کل کی تھی
اک اندھی گہری کھائی سی
بھول گئے یا جان نہ پائے؟
پچھتانے سے کیا حاصل اب

گویائی مصلوب ہوئی جب
سرگوشی معتوب ہوئی جب
آنکھیں کھولے دیکھتے رہنا
روز و شب کے کھیل تماشے
ننھے منے سہمے چہرے
گنگ زباں اور بھیگی پلکیں
گرتے برتن کی آوازیں
کچھ کرنے کی کوشش کا حق
تم
پہلے ہی کھو آئے ہو
اب تو جاناں!
اس منظر میں
تم بھی محض اک کٹھ پتلی ہو.......!!

●●

تمہیں کیا

سنہری آنچ کی حدت میں آ کر
کبھی گر روٹیاں جل جائیں مجھ سے
تو فوراً ہی
توجہ وہ تمہاری کھینچ لیتی ہیں
کبھی تم نے
مری جلتی ہوئی آنکھوں کو دیکھا ہے؟
کبھی سالن کے اندر
مرچ، ہلدی یا نمک کی ہو کمی بیشی
تو کتنی برہمی سے تم اچانک چیخ پڑتے ہو
کبھی تم نے مرے چاندی چمکتے بال دیکھے ؟
کبھی تم نے یہ سوچا

کہ گیلی لکڑیاں
کس طرح جلتی ہیں دھواں دیتی ہوئی؟
کبھی تم نے
مری آنکھوں کے نیچے پڑنے والے
سیاہ گھیرے غور سے دیکھے؟
نہیں......
تمہیں بس پیٹ بھرنے سے غرض ہے
تمہیں کیا......!!!!!

●●

چاند کی بڑھیا

ابھی معصوم سی لڑکی ہی تھی وہ
کہ ماں نے
اس کے ہاتھوں سے کتابیں چھین لیں
تھما کر سوت اور چرخہ کہا
''کاتے اسے اور دھاگا بننا سیکھ لے
کہ یوں دو چار پیسوں کی کوئی صورت تو نکلے گی''

وہ اک معصوم سی لڑکی
کہ جس کی آنکھ نے تو خواب بننا بھی نہ جانا تھا
وہ ماں کا حکم سن کر
خامشی پیتی ہوئی چپ چاپ چرخہ تھام کر

دھاگا بنانے جٹ گئی تھی

کہ اس کے پاؤں سے اسکول کے رستے تو چھینے جا چکے تھے

چھڑا کر لفظ اور معنی کی دنیا

اپنا دامن اس کے ہاتھوں سے

کہیں گم ہو گئی تھی......!

مگر ہر شب

وہ آنگن میں بچھی چوکی پہ تھک کر لیٹتی تو اس کی آنکھیں

چاند پر ہوتیں

جہاں صدیوں سے اک بڑھیا

شجر کی چھاؤں میں چرخہ چلاتی

ریشمی دھاگا بناتی تھی......!!

وہ اک معصوم سی لڑکی

کہ ہر شب جس کی آنکھوں میں

یہی منظر

ابھرتا ڈوبتا اور خواب بن جاتا

کہ اس کے ہاتھ سے

کاغذ، قلم سب چھن گئے تھے......!!!

●●

ابھیشاپ

ہزاروں سال بیتے......
مری زرخیز دھرتی کے سنگھاسن پر
براجے دیوتاؤں کے سراپے سانولے تھے
مگراس وقت بھی کچھ حسن کا معیار اونچا تھا
ہمالہ کی حسیں بیٹی انہیں بھائی
برندابن کی دھرتی پر
تھرکتی ناچتی رادھا
بسی تھی کرشن کے دل میں
انہیں بھی حسن کی من موہنی مورت پسند آئی
مگران کو خدا ہوتے ہوئے بھی یہ خبر کب تھی
کہ ان کی آنے والی نسل پر،
ان کا سراپا

بہت گہرا اثر ہے چھوڑنے والا......!

ہزاروں سال بیتے......
مگراب بھی ہماری سانولی رنگت
تراوردان ہو گویا
ہمارا ہم سفر تو اب کسی پارو،
کسی رادھا کا اندھا خواب
آنکھوں میں بسائے
لیے کشکول ہاتھوں میں
پھرے بستی کی گلیوں میں......!!
ہم اب کس زعم میں پوجا کی تھالی میں
دِیے رکھ کر
تری چوکھٹ پہ آئیں
سر جھکائیں
اتاریں آرتی تیری——؟
ہمارے بخت پر
تیرا یہ شیامل رنگ
اک آسیب کی صورت مسلط ہے
کہ ہم تو ڈر کے مارے
آئینوں سے منہ چھپائے پھر رہے ہیں......!!!

●●

حصار

کھنڈر ہوتی ہوئی دیوار کے
کونے میں پہروں
مکڑیوں کو جال بنتے تم نے دیکھا ہے......؟
ادھر آؤ......
یہاں میں ہوں......!

●●

کیکٹس

میں دہلیزوں پہ رکھے
سرخ گملوں میں بجی اک کیکٹس ہوں
نہ اک پتا، نہ اک غنچہ
فقط کانٹے ہی کانٹے ہیں
میں سر سے پاؤں تک یوں ہی
ہرے موسم کا نوحہ ہوں
پڑھے آ کر کوئی مجھ کو......!

●●

چھل

یہ کیا کہ پاؤں کو اذنِ سفر دو
اور ذہن کو قید رکھو
کہ وسعتِ صحرا میں راہوں کا تعین بھول جائیں ہم
بچھا دو راہ میں کانٹے
لہوتلووں کی خاطر ہی سہی،
اپنی مسافت ترک کر دیں ہم
چراغوں کو ہمارے ہاتھ میں دے کر
بدل دو رخ ہواؤں کا
گھنی تاریکیوں کا خوف شاید
پلٹ جانے پہ ہی مجبور کر دے ......!
یہ کیسا چھل؟
یہ کیسی مصلحت؟

حصاروں سے ہمیں باہر تو کردو
لبوں پہ حرف رکھ دو
نظر کو وسعتیں دو
مگر اک جال مکڑی کا
بنا دو ذہن میں ایسے
ہماری سوچ کی لمبی فصیلوں پر
رہے پہرا تمہارا
اشاروں کے تمہارے ہم رہیں محتاج ہر اک پل
کہ تم نے مدتوں کے حبس سے باہر نکالا
ہواؤں کا بنایا ہم سفر
مگر کیسا یہ چھل جاناں تمہارا
ہماری جان لے کر ڈال دی توتے کے اندر
اور پنجرا ہاتھ میں لٹکائے رکھا ......!!

●●

بے گھری

یہ مقبرہ ہے مری جان!
اینٹ پتھر کا
اسے تو گھر نہ کہو......
کھلی ہیں کھڑکیاں لیکن ہوا پہ پہرا ہے
کشادہ کمروں کی یہ اونچی اونچی دیواریں
روایتوں ہی کی سنگی فصیل ہوں جیسے
کہ جس میں قید ہیں ہر لمحہ جسم و جاں میرے
دروں پہ قفل نہیں ہیں پڑے ہوئے لیکن
مسافتوں کی ہر اک رہ گزر تو ہے مسدود
نکل کے جائیں کہاں؟
سمت کی خبر کب ہے
زمیں کہ حدِ نظر بے کنار صحرا ہے
ہمارے بخت میں جینا یوں ہی تو لکھا ہے
یہ مقبرہ ہے مری جاں
اسے تو گھر نہ کہو......!!

●●

اننت یاترا

بانجھ عورتیں......
عورت پن کا ثبوت کیا دیتیں؟
نفرت اور اپمان کی تپتی دھوپ کے سفر کے سوا
ان کو حاصل بھی کیا تھا؟
وقت کے آئینے میں ٹھہرا ہوا
ان کا عکس
بالکل دلت جیسا ہے
کہ دونوں ہی صدیوں سے
اپنی کھال کی جوتیاں
اپنے آقاؤں کے پاؤں کی خاطر

بنانے کے عمل میں ہلکان

دونوں ہی

ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹنے میں مصروف

شاید جانبِ آسماں سے

جیسے کسی معجزے کے منتظر......!!

●●

راکھ میں دبی چنگاری

ہر قبیلے کی طرح......
میرے قبیلے میں بھی وہی دستور
کہ بیٹیاں تاجور نہیں ہوتیں......!
ماں کے حصے کے نوالوں کی توانائیوں پر
صرف ان کے تاجوروں کے نام درج تھے......!
اور میں......
خوف سے پلکیں جھکائے آگے سفر کرتی رہی
کہیں میری نظر انہیں نہ لگ جائے
آج......
جب تمہاری جھلنگی چارپائی
کوٹھری سے باہر

برآمدے کے
نم، اندھیرے کونے میں ڈال دی گئی ہے
تب لگاتار کھانستے
اور ہانپتے رہنے کے بیچ
سنا ہے کہ تم مجھے یاد کر رہی ہو......!!
میں تو پل پل کی زخمی یادوں کو سنجوئے
درد کی لہروں پر چلتے ہوئے
عمر کے ڈھلان پر کھڑی ہوں
اتنے طویل فاصلوں کے درمیاں
اماں......!
تمہیں میری یاد کیوں آرہی ہے؟

●●

چھلاوا

گلابی نگ جڑی نازک انگوٹھی
حنائی پور سے ہو کر جو گزری تھی
تو بس
اک سنسناتا، کانپتا احساس جاگا تھا
گلابی نگ کوئی سیال لمحہ تھا
جو نشہ بن کے ہونٹوں پر کھلا
آنکھوں میں اترا، اور
رگوں میں کسمسا کر گھل گیا تھا ......!
برس بیتے......
سروں کے بال چاندی ہو گئے
لبوں کے پھول بھی کمہلا گئے

بدن کی شاخ پر موسم خزاں کا آبسا

حنا تو

کب کی اس کی پرشکن بوڑھی ہتھیلی سے

جدا ہوکر

اسی کی لاڈلی کی انگلیوں میں جابسی تھی......!!

ابھی جب سارے زیور اپنی بیٹی کو پہنا کر

اس نے ڈبیا سے نکالی تھی

گلابی نگ جڑی نازک انگوٹھی

تو اس کے پرشکن بوڑھے بدن میں

کوئی بھولا ہوا احساس جاگا، سنسنایا

اور اس نے اپنی مٹھی بند کرلی ......!!!

●●

فنا کی دستک

جو چاہو
اپنی مرضی سے
شریعت کی نئی تفسیر لکھو
رواجوں کی نئی تحریر لکھو
قبیلے پر تمہاری دسترس صدیوں رہے قائم
یوں ہی ہوتا رہے —— لیکن
تم اتنا جان لو جاناں
کسی کی بادشاہت ہو
یا کوئی سلطنت بھی ہو
کبھی دائم نہیں رہتی
نہیں ہے گر یقیں تم کو
جو چاہو تو
پلٹ کر دیکھ لو تاریخ کے صفحے......!!

●●

کیا ضروری ہے

ہمارا خونِ دل پا کر
چراغِ فکر شاید جگمگا اٹھیں
فصیلِ شہر پہ اک دن
تو تم حیران مت ہونا
اجالے کیا کوئی جاگیر ہیں
جن پر
تمہاری دسترس ہو، کیا ضروری ہے......!!

●●

اچھوتے لمحے

کائی لگے
پتھر زینے تھے
صدیوں سے
پھر بھی اوپر چڑھنے کا
اک خواب بسا تھا آنکھوں میں
خودرو بیل کی صورت پھوٹی
پنپی،
جھومی،
پھیل گئی
پھر اونچی چوٹی تک جا پہنچی
صبح کی پہلی کرنوں نے پیشانی چومی

تازہ ہوا نے تھپکی دے کر

پور پور کی تھکن مٹائی......!

اب تک جاناں ہوتا یہ تھا

دھوپ جو مجھ تک آتی تھی

وہ تم سے ہو کر آتی تھی

لیکن اب کے

پہلی بار اس نے مجھ سے

تم سے پہلے ہاتھ ملایا..........!!

●●

بند دروازے پہ دستک

کوئی شاداب لمحہ جب
کھنڈر ہوتی حویلی کے
غبار آلود گلیاروں میں در آئے
تو یوں محسوس ہو،
گویا
کوئی نٹ کھٹ
شرارت پر ہو آمادہ
بھری دوپہر میں نظریں بچا کر
لکا چھپی کھیلنا چاہے......
نہیں تو بند دروازوں پہ دستک کون دیتا ہے
سوائے عہدِ ماضی کے......!

●●

بیتے یگ کی بات

سچ بیتے جگ کی بات ہوئی......
سچ نانی، دادی کے قصے
سچ بھوت، چڑیلیں اور پریاں
سچ جیسے گھروندے مٹی کے
سچ گڑیوں کا جھوٹا گہنا
سچ ایک اکنی نانا کی
سچ ایک جلیبی کا دونا
سچ دادا کا جلتا حقہ
سچ ہر کش گڑگڑ کا ہونا
سچ کھٹے کروندے اور املی
سچ جامن اور ٹکولے تھے
سچ تتلی کا پیچھا کرنا

سچ کٹی پتنگ کے ڈورے تھے
سچ اک شہزادہ پردیسی
اجلے گھوڑے پر آتا تھا
سب کانٹے تن، من، آنکھوں کے
کس نرمی سے چن لیتا تھا
آنکھوں کے پٹ کھل جاتے
ہر زخم اچانک سل جاتے
سب درد ہوا ہو جاتا تھا
اک ہنستا نگر بس جاتا تھا
لیکن سارے سچ خواب ہوئے
اب چھل کا سکہ چلتا ہے
ہر نگری جادو نگری ہے
اب بھوت، پشاچ بنے راجا
اور ان کی چڑیلیں رانی ہیں
ہر سوچ پہ گڑتی ہیں کیلیں
ہر فکر پہ پہرے لگتے ہیں
اور ہم جیسے دیوانوں کو
اس بدلے یگ میں جینا ہے
بس ڈوب کے میٹھی یادوں میں
اس کڑوے زہر کو پینا ہے......!!

●●

وہ لڑکی

برس بیتے
جو کڑوی ساعتوں کے درمیاں
گم ہو گئی تھی
وہ بچی، اب
مرے آنگن کی بوسیدہ دیواروں پر
چڑھی ہے
جھانکتی ہے
نہ جانے ڈھونڈتی ہے کیا
کوئی مٹی کی گڑیا؟
کوئی ٹوٹا کھلونا؟
بنا گردن کا ہاتھی؟
بنا مٹھو کا پنجڑا؟

میں اس سے پوچھنا چاہوں
بنا کاجل کی اس کی سونی آنکھوں میں
ہے کیسا دکھ؟
مگر چپ ہوں
عجب سی کشمکش میں ہوں گھری
نہ جانے کتنے ماہ و سال کے ہیں
فاصلے حائل
اب اس کے اور میرے بیچ
میں پوچھوں کیا
زباں پتھر ہوئی ہے
اور میرے ہاتھ خالی ہیں ......!!

●●

دادی

دھنکی ہوئی روئی کے جیسے
اجلے، نٹ کھٹ، الھڑ سے بالوں کے گچھے
پلّو کے نیلے کور سے تھے اٹھکھیلیاں کرتے
پچکے ہوئے گالوں میں دابے
پان کا چورا
پوپلے منھ کی حرکت سے ہی ذائقے لیتی
دادی شاید
کھویا ہوا کچھ ڈھونڈ رہی ہے
لرزیدہ ہاتھوں سے، گم سم
اپنی گٹھری کھول رہی ہے
کیچ بھری آنکھوں سے اس کا

رہ رہ کے بکسے کے اندر
جھانکتے رہنا
اپنے خالی پن کو شاید بھر لینے کی ننھی کوشش
عمر گنوا کے فرصت پائی
فرصت سے اکتائی ہوئی ہے
جانے کب کے
کن لمحوں میں سینت کے رکھے
بوسیدہ کاغذ کے ٹکڑے
دھندلی دھندلی مٹیالی سی کچھ تصویریں
منی کی ادھڑی سی گڑیا
ایک پرانی ننھی چمچی اور کٹوری
کیڑا کھایا ایک گدیلا
تیل سے چکّٹ سرخ دولائی
جانے کتنی چھیدوں والا ہرا دوپٹا
اک پڑیا میں کھوئی ہوئی پائل سے بچھڑے
ننھے گھنگھرو
ٹوٹی پنسل
مڑے تڑے کاپی کے پنّے
کالی، پیلی، سبز، گلابی
جانے کن کن رنگوں کی الجھی ریشم لچھی
اک چھوٹے سے کپڑے میں تھی

کھونسی سوئی زنگ آلودہ

ساری چیزیں چھوچھو کر وہ

پچھلی یادیں زندہ کرتی

ان لمحوں سے مٹھی بھرتی

جیسے بچّہ

شام ہوئی اور جگنو پکڑے

جیسے دھوپ سے بے پرواہ ہو

اور تتلی کے پیچھے دوڑے

دادی کے اندر بھی شاید

اک بچّے نے جنم لیا ہے......!!

●●

دکھ مٹھی بھر

کوڑی کوڑی سکھ چننے کی خواہش میں ہم
کنکر پتھر دکھ
مٹھی میں بھر لائے ہیں
ایک گھروندا سجا بنا کے رکھنے بھر کا
خواب بھی کتنا کڑوا نکلا
گھِستے ہوئے ناخون کی بولی گونگی ہے
مہندی جیسے رچے ہوئے تلوؤں کے چھالے
نس نس میں بھی ہانپ رہی ہے کڑی مسافت
اور زباں پر ہریالے ہیں پیاس کے کانٹے
کیا کھویا، کیا پایا سوچوں
وقت کہاں تک مہلت دے گا......؟؟

●●

نابینا اجالے

گھر کے درک جانے کی آہٹ سن لینی تھی......
رات گئے چوکھٹ پہ ہوتی
اک شرمندہ دستک جیسے
منھ پھیلائے بچّوں کا تھا ضدی رونا
آسمان سی آنکھوں میں تھے
ڈیرا ڈالے
سرمئی سرمئی گہرے بادل
ہر کونے میں پسری بکھری پت جھڑ کی سی بے کیفی
کھٹ پٹ، کھن کھن
ایک مشینی چال کے جیسی
کرسی کے ہتھے سے لپٹا
آنکھیں میچے بھیگا ٹاول

دور دور پہ اپنے ہی فیتوں میں الجھی
پڑی ہوئی جوتوں کی جوڑی
اور تکئے سے ٹیک لگائے
تھکے تھکے السائے سے خواب
آنکھ چرائے اک دوجے سے ڈولتے سائے
ناخن قرض ادا کرتے تو
ننھی گرہیں کھل سکتی تھیں
منظر بدلے جا سکتے تھے
لیکن......شاید
رنگوں کی پہچان نہیں تھی
اوراجالے نابینا تھے......!!

●●

پشیمانی تری

یہ ملزم کی طرح سے کون آتا ہے
دبے پاؤں
مرا سایہ......؟
نہیں...... یہ اور کوئی ہے
پشیمانی تری شاید
معافی چاہتی ہے کیا......؟
نہیں تو منھ چھپائے
ہاتھ جوڑے......کون آئے گا
جھکے سر سے
مرے پاؤں پہ گرنے کو
سوا تیرے......!!

●●

بڑے معصوم تھے پتّے

ہواؤں نے لکھا پتوں پہ چپکے سے
نہ جانے کیا
نہ ٹھہریں پھر
بڑھیں آگے
مگر پتّے ......
اسی پیمان کو سینے سے لپٹائے
نگاہوں میں کبھی جگنو سجائے
کبھی اوڑھے ہوئے کرنوں کا دوشالہ
کبھی شبنم ہتھیلی پر دھرے
ہوا کے لمس کے نشے میں ڈوبے گم رہے
خبر اتنی نہ تھی ان کو
ہوائیں جو گزرتی ہیں
پلٹ کر پھر نہیں آتیں!!

●●

ضدی سمندر

عجب ضدی سمندر ہے
کھلونے......
سیپ، گھونگے، موتیوں، مونگوں کی صورت
پاس ہیں اس کے
مگر بھرتا نہیں ہے جی
پٹکتا ہے وہ رہ رہ کے
رتیلے ساحلوں پر پاؤں
بھلا کیا ریت سے ملنا اسے
مگر اک ضد مچا رکھنا
کہ جیسے اس کی عادت ہو
لپکتا ہے

ریتیلے بازوؤں پہ سر پٹکتا ہے
مٹا دیتا ہے نقشِ پا
گھروندے توڑ دیتا ہے
عجب ضدی سمندر ہے
نہ جانے چاہتا ہے کیا !!

●●

یہ غم ہے کیسا

یہ لفظ ماتم کناں سے کیوں ہیں......؟
سروں کو ہاتھوں سے تھامے دیکھو سسک رہے ہیں
یہ کیسا غم ہے......؟
یہ غم ہے شاید بیاں سے باہر
وگرنہ کہتے زبان سے کچھ
تو بات کیا ہے......؟
ہے فکر کیسی......؟
ہے فکر شاید کہ اگلی نسلوں کا رابطہ نہ قلم سے ٹوٹے
کہ ہاتھ ماؤس پکڑنے والے
جو ایک پل میں کلک کریں تو
جہانِ تازہ بکھر سی جائے نظر کے آگے
کہ ان کو سیرِ جہاں ہے حاصل
یہ بات اتنی بڑی نہیں ہے
تو لفظ ماتم کناں ہیں کیوں پھر......؟

ہے کیسا غم جو شدید تر ہے......؟

یہ لفظ شاید غمِ جدائی سے ہیں ہراساں

قلم سے دوری

بیاں سے دوری

زباں سے دوری

یہ خوف لفظوں میں بھر گیا ہے

یہ خوف شاید غلط نہیں ہے

یہ کون سوچے......؟

اگر ہوا یوں......؟

کوئی تسلی......کوئی دلاسہ

نہ کوئی آشا

نہ بڑھ کے کوئی سنائے مژدہ

کہ صدیوں خوابوں کا تم سے رشتہ بنا رہا ہے

بنا رہے گا

نہیں ہے کوئی کہ دے بھروسا

یہ درد بانٹے

یہ خوف جھٹکے

یہ آنسو پونچھے

یہ خوف شاید غلط نہیں ہے

اسی لیے تو یہ لفظ گریہ کناں ہوئے ہیں......!!!!!

●●

بے خبری

گھروندا ریت پر تعمیر کرنا بے سبب ٹھہرا
کہ اس کو زورِ موجِ آب نے مسمار کر ڈالا
کوئی پل میں
مگر دکھتی ہوئی یہ انگلیاں میری نہ مانیں
اور کاغذ پر
گھروند الفظ کا تعمیر کرنے جٹ گئیں
نہ جانے کن یگوں کی داستاں اوراق میں سمٹی
کہ پھر وہ زورِ موجِ آب اپنا رخ بدل کر
سر پھری پاگل ہوا کی جون میں لوٹا
ورق اڑنے لگے
بڑی مشکل سے چن چن کر انہیں یک جا کیا

بھلا کر ٹیس دکھتی انگلیوں کی

جلد بندی کی

اور یہ سوچا

ہوائیں اب کہاں چھو پائیں گی اس کو

مگر یہ بھی بھرم نکلا

نہیں معلوم تھا کہ وقت کب ٹھہرا ئے ٹھہرا ہے

وہ پھر آئے گا اپنا رخ بدل کر

دیمکوں کا قافلہ بن کر

اور لہو کی روشنائی سے لکھا

زریں صحیفہ

چاٹ جائے گا...... !!

●●

تلاش

کبھی تو بسنت آئے
مرے خیال کے شجر پر
نئی کونپلیں تو نکلیں
نئے برگ لہلہائیں
نئے پھول مسکرائیں
نئی خوشبوئیں ہوا میں
یوں بکھر بکھر سی جائیں
ملے تازگی سی جاں کو......!
مگر ہر طرف ہے رقصاں
یہ خزاں دریدہ موسم
دھوئیں کے کثیف بادل
ہیں خلاؤں میں اڈتے

گھنی پتیوں میں چھپ کر
ہوا سسکیاں ہے لیتی
جہاں زندگی ہو کوڑی
جہاں موت کا ہو سودا
جہاں جھوٹ حکم راں ہو
اور سچ ہو پابہ جولاں
وہاں کیسے بدلے موسم
وہاں کیا بسنت آئے......!!!

●●

بے حسی

خواب کی زرد وادی سے آؤ نکل......
آخر کب تک نٹھلوں کی صورت یوں ہی
ہاتھ پر ہاتھ دھر کے السائے بیٹھو گے تم
اب نہ دربار ہے
اور نہ درباریوں کی وہ لمبی قطاریں
تیری جوتی کو سیدھی جو کرتی رہیں
'تخلیہ' کہنے والی زبانیں تو صدیاں ہوئیں سو گئیں
خواب نشے سے نکلو تو دیکھو
کیسی بدلی ہوئی ہے زمانے کی رت
چاند تاروں پہ بستی ہے بسنے لگی
سیر کرنے کو آفاق ہیں ان گنت
بدلے موسم کا تم پر اثر کچھ نہیں؟
کیسے بے حس ہو تم......!!!

●●

دلت چیتنا

یہ کیسا چہرہ ہے زندگی کا —— کہ نسلِ انساں کا یہ قبیلہ
ہزاروں صدیوں غلام بن کر کھڑا رہا ہے
سیاہ رو کا سیہ مقدر
تمہاری مجلس میں ہاتھ باندھے
جھکائے سر کو مہر بہ لب تھا
ہزیمتوں کے عذاب سہہ کر
قیامتوں کا نزول دیکھا......!
گئے دنوں کے بہے پسینے کا کوئی قطرہ
پلک پہ جو کہ اٹک گیا تھا
شگوفہ بن کے وہ کھل چکا ہے
کہ شعلوں جیسا دہک رہا ہے
اب اس کی لپٹیں نظر نظر میں سفر کریں گی
بچالو خود کو
قیامتیں ہیں گزرنے والی
کہ اب کی باری تمہاری آئی......!!

●●

اطلاع

گالیاں دینے
اور بات بات پر کوٹ ڈالنے کی
پرانی عادتوں کو اب تیاگ دو
کیوں کہ
جوتے ہمارے پاؤں میں بھی ہیں
بھلے ہی وہ فٹ پاتھ سے خریدے ہوں......!

●●

بھاگل پور ــــــــ ۱

وہ مئوذن تھا......

ذراسی دیر کو آیا تھا اپنے گھر

یہ کہنے کو......

کہ کوئی شور ہو

دستک ہو

دروازہ نہ کھولو گی

دریچے بند رکھو گی

ہوائیں شہر کی بدلی ہوئی ہیں

یہی تاکید کر کے وہ ہوا واپس......!

اور اپنی کوٹھری میں بند

اس کی کانپتی بیوی

کلیجے سے لگائے ننھے بچوں کو

کسی سہمی ہوئی چڑیا کی صورت
پر سمیٹے دم بخود بیٹھی رہی !!
نہ جانے رات کے کتنے پہر بیتے
فجر ہونے کو آئی
بشارت بانگ کی صورت
کسی مرغے نے دی تھی صبح ہونے کی
مگر مسجد کے منبر سے
بلا ناغہ بلند ہوتی
موذن کی صدا چپ تھی
اذانِ صبح غائب تھی......!!!

●●

بھاگل پور ــــــ ۲

یہ تری شکل ہے کہ چاند کا روشن چہرہ
یہ ستارے
تری آنکھوں سے دمکتے کیوں ہیں
یہ تری شوخ اداؤں سی
سنکتی پُروا
جو مرے سر سے دوپٹے کو گرا دیتی ہے
خشک بالوں کو ذرا اور اڑا دیتی ہے
یہ تری یاد کے جگنو ہیں
کہ شبنم قطرے
جس سے بے خواب نگاہوں کی
زمیں گیلی ہے
کوئی آہٹ نہ ہی دستک کہ گلی سونی ہے......!

گر مجھے

وقت کے تیور کا پتا جو ہوتا

گھر کی دہلیز سے باہر نہیں جانے دیتی

سارے دروازوں

دریچوں کو مقفل رکھتی

سونی آنکھوں میں چھپا لیتی میں، کاجل کی طرح

اپنی بانہوں کے حصاروں میں مقید رکھتی

مرے بچے!

جو مجھے کاش خبر یہ ہوتی

ایک دو پل میں مرا شہر ہے جلنے والا......!!

●●

بھاگل پور —— ۳

شاکاہاری......
گوشت، مچھلی، انڈے نہیں کھاتے
کہ بھرشٹ نہ ہو جائے دھرم
مگر کھیتوں میں ہماری لاشیں دبا کر
سبزیاں اگاتے ہیں
ہمارے ہی لہو کی نمی سے کرتے ہیں پٹون
شاکاہاری مانساہاری جو نہیں ہوتے ......!

●●

بھاگل پور —— ۴

بھاگل پور......
کوئی سومناتھ کا مندر نہیں تھا
تیروں اور تلوار والے ہاتھ بھی نہیں تھے
غزنویوں اور غوریوں کے
مگر......لٹ گیا مرا شہر
بس نام پر ایودھیا کے!!

●●

بھاگل پور —— ۵

صرف ہمارا شہر ہی نہیں جلا
جل گئی ہماری ریشمی تہذیب بھی
اب ان ہی چنگاریوں سے
رہ رہ کر سلگ اٹھتی ہے
کومل من میں
نفرت کی جوالا......!!

●●

ہمیں ڈر ہے

تمہاری گردنوں کو تھامنے سے
رہ گئے قاصر
ہمارے ہاتھ نے پکڑا قلم
اور پھر
اڑا دی دھجیاں
لفظوں کے چمکیلے لبادوں کی
گریباں چاک کر ڈالا تھا کاغذ کا
دکھوں کے یوں ابل پڑنے کے پیچھے تھی
کلیجے میں دہکتی، کھولتی جوالا مکھی......لیکن
ہمیں ڈر ہے
کہ پرتی رودھ کی در بھاوونا......شاید
بنا دے نہ ہمیں بھی یوں
تمہاری طرح سے وحشی......!!

●●

تم

تم دشرتھ کی اولاد نہیں ہو
اور نہ ہی تمہارا کوئی بھائی ہے لکشمن
جس نے کھینچ دی ہو کوئی ریکھا
پھر ہمارے لیے یہ اگنی پرکچھا کیوں......؟
یہ تمہارا حق ہی نہیں
کیوں کہ اپنی فطرت میں تم راون کے ونشج ہو......!

●●

تمنا

مرے قاتل......!
اگر ایسا بھی ہو اک دن
کہ شاید تم بھی
یوں مقتول کی فہرست میں آؤ
تو منظر دیدنی ہوگا......!!

●●

نادیدہ منظر

سناٹے کی چیخ سنی تھی......
ٹیس اٹھی تھی دل میں شاید
کوئی سایہ، کوئی آہٹ
کچھ بھی نہیں تھا

ہاں......
اک ان دیکھے خوف میں جکڑی
میری چپ پتھرائی ہوئی سی
سناٹا کیوں چیخ پڑا تھا......؟

●●

شعبدہ

عجب اندھوں کی بستی ہے
کبھی جو
اپنی خواہش کے مطابق دیکھنا چاہیں
تو جانے کس طرح
بینائی واپس پتلیوں میں لوٹ آتی ہے
بڑے جلوے دکھاتی ہے......
پلٹ جاتی ہے پھر واپس
کہ یہ اندھوں کی بستی ہے
یہاں میری ضرورت کیا......!!

●●

مقتلوں کی ویرانی

روشنی ڈراتی ہے
جگمگاتے شہروں کی
بجلیوں کے کھمبوں پر
چاند اور سورج کا
نور جیسے اترا ہو
امتیازِ روز و شب
ہو گیا ہے بے معنی
آبرو کی ارزانی
یا ہو قتلِ انسانی
حادثہ ہر اک صورت
روشنی کی سازش ہے ......!

کرسیوں پہ بیٹھی ہے
کاروباری دلاّلی
منصفی قلم تھامے
سر بہ سجدہ کرسی کے
روشنی فروشوں کو
کون آکے روکے گا ؟
رخ ہواؤں کا اب کے
دیکھیں کون موڑے گا ؟
پوچھتی ہے اک اک سے
مقتلوں کی ویرانی......!!

●●

شفافیت

بھرا ہے دل میں کتنا زہر
زباں سے بھی اگلتے ہو
ہمیشہ سرخیوں میں جیسے رہنا خو تمہاری ہو
دلوں کو چھیدتے لفظوں کا گویا اک ذخیرہ سا
تمہاری دسترس میں ہے
مگر اک سچ تو یہ بھی ہے
منافق تو نہیں ہو تم
کہ کہہ کے وار کرتے ہو......!!

●●

سوداگری

پھر انہیں تاجر کے ہاتھوں
خواب گروی رکھ رہے ہیں
ہوش مندی کے نشے میں
آنکھیں ایسی ہوگئیں بوجھل
کہ دیواروں پہ لکھا سچ نظر آتا نہیں ان کو
پھر وہی صدیوں پرانی لغزشیں
جو بے خبر لمحوں میں پرکھوں سے ہوئی تھیں
مقدر کیوں ہمارا بن رہی ہیں؟
آج اور بیتے ہوئے کل میں کہاں ہے فرق کوئی
آج کی تاریخ کے صفحات بھی
جب لکھے جائیں گے آئندہ

تو کچھ چہرے وہاں کا لک پتے ہوں گے

بتاؤ——!

ڈوب مرنے کی سزا بھگتے گا کون؟

حیا کس کس کو آئے گی؟

کہ یوں

تاریخ سے جو کھیلنے والے کھلاڑی ہیں

کوئی بہروپ بھر کر کل بھی ہوں گے

پھر نئی کرسی پہ جلوہ گر......!!

●●

شہہ کے پیادے

انہیں زریں سنگھاسن پر بٹھانے میں
تمہارے ہاتھ بھی مصروف تھے نا......
بدن میں کیسی پھرتی تھی
کہ ہیروں کا جڑاؤ تاج
آقائے جہاں کے سر کی زینت ہو
تمہیں خود اپنی مٹھی میں مقید دنیا لگتی تھی
خیالوں کی الگ جنت بسالی تھی
انوکھی لذتوں میں مست تھے کیسے
عجب نشیلی سرشاری میں کتنی مدتوں گم تھے
مگر وہ خواب نظارے کہاں غائب ہوئے آخر......؟
لو اب بھگتو......

سلگتی اور دہکتی آگ کا موسم

دھواں منظر

کہ سارے خواب جن میں جل کے کوئلہ ہو چکے ہیں

سوادِ شہر میں بس خاک اڑتی ہے

تمہیں معلوم تھا

شطرنج کی بازی میں تم ٹھہرے

فقط مہرے——

جہاں پیادے ہی پہلے مارے جاتے ہیں

تمہاری حیثیت بھی تو میاں بس

شہ کا پیادہ تھی......!!

●●

یہ خوف کیسا؟

ہراساں کیوں ہوا تنے تم......
یہ دھبے خون ہی کے ہیں
وہی...... جو تم نے برسوں تک بہایا ہے
انہیں رنگوں سے کتنی ہولیاں کھیلیں ہیں تم نے
ذرا سی چوک سے شاید
کوئی چھینٹا سا اڑ کر پڑ گیا ہوگا
تمہاری آستینوں پر
کہ اکثر جوش میں کب ہوش رہتا ہے
ہراساں ہونا کیا معنی......؟
تمہاری خوش لباسی پر
پڑے گا فرق نہ کوئی

بس اک شروانی اس پر پہن لینی ہے
یہ دھبے منھ چھپالیں گے......!
مگر ——

اتنا بتاؤ تو
کہ جب تم خون کی ندیاں بہا کر بھی
نہ شرمائے
نہ گھبرائے
تو ان دھبوں سے کیا ڈرنا......؟؟

●●

نام

نام میں آخر کیا رکھا ہے......؟
نام میں ہی سب کچھ رکھا ہے
نام میں رہتی دہشت گردی
نام سے ہوتے انکاؤنٹر ہیں
نام کے سر پر بندھا عمامہ
نام کے چہرے پر ہے داڑھی
نام سے گھر پہچانے جاتے
نام کے نیزوں پر سجتے ہیں
پھول سے پیارے پیارے چہرے
نام کے شعلوں میں جلتے ہیں
پھوس کے چھپر، محل دو محلے

نام ہی ملک اور قوم بتاتے
قریہ قریہ، بستی بستی
قہر کے بادل بم برساتے
میزائیلیں گھات لگاتیں
نام کی گویا نسل مٹاتیں
بچنا مشکل، جینا دوبھر
بدلے منظر اور پس منظر
بدلے سارے قول کہاوت
دیواروں سے مٹی عبارت
اب یہ کہنا بے معنی ہے
نام میں آخر کیا رکھا ہے
نام میں ہی سب کچھ رکھا ہے......!!

●●

تذبذب

وہ شاہیں......

جو پہاڑوں پر بسیرا کر رہا تھا

تذبذب میں گھرا ہے

کہاں جائے ——؟

کدھر جائے ——؟

پہاڑوں کا کلیجا چھلنی میزائلیں کرتی ہیں

دھماکے اور دہشت کی

خلا میں حکم رانی ہے

دھوئیں اور آگ کے موسم

ہر اک جانب ہیں خیمہ زن

ٹھکانا اب کہاں ڈھونڈے ——؟

کہ اب کے

ابرہی لشکر
زمینوں کے بجائے
آسمانوں پر ہوا قابض
ابابیلیں بھی غائب ہیں

نہ اب وہ
قصرِ سلطانی کے گنبد ہی سلامت ہیں
نہ باقی پہلے جیسے پَر
اڑانیں بھرتے پھرنے کو
فلک بھی تو نہیں خالی
کوئی بولے
کوئی تو مشورہ دے
لبوں پہ چپ یہ کیسی جم گئی ہے
نہیں ......شاید
سبھوں کی فکر بنجر ہو چکی ہے......!!

●●

رقصِ جنوں

زنگ لگے ہتھیاروں کو
لٹکائے بوجھل شانوں سے جو گھوم رہے ہیں
ان پہرے دار کے ہاتھوں میں تم
اپنی بستی سونپو گے ——؟
نیند کے ماتو!
آنکھ کھلی رکھنے کی عادت کب ڈالو گے؟
دہشت اب سڑکوں سے ہوتی
پگڈنڈی تک آ پہنچی ہے
آم کی شاخوں سے لٹکی ہے
جامن کے پتوں میں گھس کر
لکّا چھپّی کھیل رہی ہے

پیٹھ کی جانب پاؤں کے پنجے مڑے، ہوئے ہیں
کھیتوں اور کھلیانوں میں بھی
بستی کی گلیاروں میں بھی
سرخ، دہکتی آنکھوں والی یہ عفریت
لمبے لمبے ناخونوں کو خنجر کی طرح چمکاتی
اپنی زباں کے دوشاخے کو
سانپ کی صورت وہ لہراتی
آسیبوں سا ناچ رہی ہے
رات کٹے، تو......
رات کٹے تو پھر دیکھو گے
دیواروں پر خونی منظر نقش ہیں کیسے......!

●●

دشتِ ماریہ

ہمارے خیمے گڑے ہیں جس جا
وہ ریت اب بھی لہو میں تر ہے
پرت ہٹاؤ
تو موجِ خوں پھر ابل پڑے گی
کہ ہم نے صدیوں
نہا کے اپنے لہو میں پائی
نمو کی قوت
نئی حرارت
اسی خرابے کا نام جاناں
سنا ہے کہ
دشتِ ماریہ ہے......!!

●●

نئی ابتدا

چلو آؤ......چلیں
چلیں پھر لوٹ کے واپس
اسی اندھی گپھا میں ہم
جہاں
روشن ہوئی تھی آگ پہلے پہل
کہ اب کالی ہواؤں سے
بچاؤ کا یہی اک راستہ ہے
چلو آؤ......
انہیں غاروں کی جانب
پھر چلیں جاناں
اور اندر کی برستی بارشوں میں
جم کے بھگیں

بھیگتے جائیں
ٹھٹھر جائیں
ٹھٹھر کر سرد پڑتے جسم و جاں کو ہم
اسی پہلے پہل کی آگ سے
راحت دلائیں
اسی پہلے جنم سے
پھر کریں نا ابتدا جاناں
چلو آؤ......!!

●●

جانے کب سے

لمحہ لمحہ
عمر کا زینہ طے کرتے ہم
کس منزل پر آ نکلے ہیں؟
حدِ نظر تک سناٹوں کا صحرا ہے
ریت، بگولے، خشک ہوائیں
تپتی دھوپ کا پیلا پیلا چہرہ ہے
عہدِ ماضی گردِ سفر میں اوجھل ہے
اک تنہائی آنچل تھامے
پاؤں پاؤں ساتھ نبھاتی
بے سمتی کا دشت کدھر لے جائے گا؟
آگ اگلتے اس صحرا میں
دیکھو تو سر گرمِ سفر ہیں
میرا سایہ، میں بھی اور تنہائی بھی......!!!

●●

آرزو

ایسا بھی تو ہو جاناں
اک چاند کہ
ٹکڑا ابھر
آنکھوں میں اتر آئے
کرنوں سے نہا اٹھے
خوابوں کا ہر اک گوشہ
رگ رگ میں بہی جائے
سرگم کی کوئی ندیا
اور شام کے ڈھلتے ہی
کوہسار کے دامن میں
بج اٹھے کوئی بنسی ......!!

●●

مماثلت

چاند ہے ایسا کیوں؟
جیسے تیز آنچ پر — روٹیاں
آنسو پونچھنے کے بیچ جل جائیں !!

●●

ایک پل

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے
کوئی آواز کانوں میں
جگا دیتی ہے سُر لہری......!!

●●

سکوتِ شام

یہ اداسی
یہ سکوتِ شام
یہ گم سم فضا
سر چھپائے سبز پتوں کے پروں میں
سو رہی ہے بے خبر
گونگی ہوا
زندگی......
جیسے کہ پتھر کی کوئی ہو مورتی
کوئی آہٹ
کوئی ہلچل
کچھ نہیں
ہر طرف ہے راج کرتی خامشی......!

●●

المیہ

اب بھی چاند کا دریا بہہ رہا ہے دھرتی پر

اب بھی کالی راتوں میں
جگمگاتے تاروں کا جشن روز ہوتا ہے
دور آسمانوں پر
اب بھی دھندلی صبحوں میں
شبنمی رداوڑھے
خوشبوئیں تھرکتی ہیں
اب بھی شام ڈھلتے ہی
سرمئی کہاسے کی بانہہ میں سمٹتے ہیں
دلربا شفق کے رنگ
لوٹتے پرندوں کی اب بھی راہ تکتے ہیں

آشیانے شاخوں پر......!
کس کو اتنی فرصت ہے
دیکھے ان نظاروں کو
جگمگاتے تاروں کو
چاندنی کی سیمابی
خوشبوؤں کی بے تابی
دھند اور شفق کے رنگ
شوخیاں پرندوں کی......!!
سب پرانی باتیں ہیں
ہم قدیم باشندے
صدیوں کی روایت کو
فکر کی امانت کو
اب تلک کلیجے سے
کیوں لگائے بیٹھے ہیں ؟
سوچتے ہیں گھل گھل کر
نور، خوشبو، رنگت کی
ریشمی روایت کو
کس کو سونپ کر جائیں......!!

●●

مداوا کیا

سمندر سامنے لہرا رہا ہے
زباں پر پیاس کی کائی جمی ہے
عجب سا ذائقہ پپڑی کی صورت
چبھ رہا ہے
مرے مالک......!
ترے بہتے سمندر کے کنارے
ترستی ریت پر بیٹھی ہوئی میں
علاجِ تشنگی سوچوں
مداوا پیاس کا چاہوں
جو ہونٹوں سے زباں پر
اور زباں سے حلق تک پہنچی

رگوں میں سرسراتی

مرے دل میں

اترتی جا رہی ہے زینہ زینہ

مگر مولا

مداوا کیا ——؟

ترا بہتا سمندر بھی تو کھارا ہے......!!

●●

اگلا قدم

بارشیں وقت پر نہیں ہوتیں
لو کا موسم بسنت لاتا ہے
پیڑ پودوں کے زرد ہیں چہرے
اور زمیں پیاس سے چٹختی ہے
برف گرنے کی رت گریزاں ہے
پانیوں کی تلاش میں نکلیں
اک جزیرہ ہرا ابھرا ڈھونڈیں
خواب کی بستیاں بسانے کو......!

●●

سفر باقی رہے

سفر میں ہیں مسلسل ہم
کئی صدیوں، ہزاروں کے کلنڈر نے ورق پلٹے
مگر یہ پاؤں نہ ٹھہرے کہیں
اور نہ ہی تھمنے پائے اک تجسس پر
کہ آگے اور کیا ہے، کتنا باقی ہے......؟
ہمیشہ تازہ دم رکھا تحیر نے
مگر کب تک مسافت کے یہ روز وشب؟
سنا ہے اب
قیامت اپنے جلوؤں کی جھلک رہ رہ کے دکھلانے لگی ہے
زمیں ہے گرم تانبہ سی
کہیں دھسنے لگی ہے
فلک جو کھو کھلا تھا،

اب

دھواں ہونے لگا ہے

مگر

یہ چاند، تارے اور یہ سورج

ابھی بھی اپنے محور پر سلامت ہیں

رواں بہتے ہوئے دریا کی موجیں ہیں

پہاڑوں پر ابھی بھی برف جمتی ہے، پگھلتی ہے

تھکے شانوں کو سہلاتے

ہوا کے نرم جھونکے بھی گزرتے ہیں

نہا کے شبنمی بارش میں اب بھی غنچے کھلتے ہیں

ابھی بھی تتلیوں کے پنکھ ہوتے ہیں دھنک جیسے

غنیمت ہے ابھی بھی وقت باقی ہے

چلو بڑھتے چلیں......شاید

ہمارے خواب کی تعبیر آگے ہو

سکوں کے، امن کے موسم

محبت کی فضاؤں میں کہیں تو منتظر ہوں گے

انہیں ہے ڈھونڈنا باقی

چلو بڑھتے چلیں مل کر

سفر باقی رہے یوں ہی

کہ تھکنا موت ہے جاناں......!!!!!!

●●

روشنی کی مسافت

زمین و آسماں کے درمیاں حائل کہاسہ ہے
تو کیا ہے
چلو!
آنکھوں میں سورج کو اگالیں
لبوں پر پیار کے نغمے سجالیں
کہاں ہو اہل دل آؤ!
چلو آندھی تلاشیں
ہواؤں کا بھی ہم کچھ زور دیکھیں
جو گھر کے طاقچوں میں جل رہے،
روشن چراغوں کو بجھاتی ہیں
جو اندھی طاقتوں سے ہنستے بستے گھر
گرا کر خاک کرتی ہیں

چلو...... دیکھیں تموّج ساگروں کا
کہ ساحل پر بنے ننھے گھروندے
جن کی آنکھوں کو نہیں بھاتے
کہو بارش سے برسے
قیامت کی طرح سیلاب لائے
بہالے جائے ٹوٹے چھپروں کو
ہتھیلی کی پناہوں میں چھپے دیپک بجھا ڈالے
ہمارا قافلہ قیدی نہیں ہے گھر کا، آنگن کا
نہ بستی کا، نہ شہروں کا
ہمارے پاؤں سے لپٹی ہوئی ہے بے کراں وسعت
ہمارے ہاتھ تو اک دوسرے کے دکھ کے ساجھی ہیں
ہماری جنبشِ لب تو محبت کا ترانہ ہے
سنو اے اہل دل آؤ!
بڑھاؤ کارواں اپنا
زمین و آسماں کے درمیاں حائل
کہاسہ ہے تو کیا ہے
کہ اپنی آنکھ میں اگتا ہوا سورج فروزاں ہے !!

●●

رہ نما

(نانا مرحوم کی نذر)

یہ آنکھیں ہیں......
کہ جن میں منجمد
گزرے دنوں کے خواب لمحے ہیں
حباب آسا......
کہ جن کو تھامنے کی کوششوں میں
انگلیاں نم ناک ہوتی ہیں
درخشندہ......
کہ سوچوں تو
اندھیری رات کے پھیلے شجر پر
کہکشاں سی جھلملاتی ہے
سفر کے درمیاں گر، دھند ہو گہری

اماوس جیسی راتیں ہوں
بدل کر جگنوؤں کا بھیس
یہ رستہ دکھاتی ہیں
یہی آنکھیں......
چراغِ زندگی ہیں
رہ نما ہیں...... کہکشاں میری......!!

●●

ہمیں مٹّی ہی رہنے دو

گھڑو مت چاک پہ رکھ کے
کوئی کوزہ،
صراحی یا گھڑا، پیالہ
تمہاری سوچ کے یہ نقش ہیں سارے
تمہاری خواہشوں کے رنگ بھر دلکش
ہمیں مٹّی ہی رہنے دو
ہمیں کب چاہیے ایسی عطا
بخشی ہوئی صورت
ہمیں مٹّی ہی رہنے دو
جو نم بارش سے ہو
زرخیز ہو، فصلیں اگاتی ہو

ذراسی بیج کو پودا بناتی ہو
کہ وہ پودا شجر بن کر
تمہاری رہ گزر کو چھاؤں دیتا ہے
وہی رستہ تمہاری منزلیں آسان کرتا ہے
ہمیں مٹی ہی رہنے دو
نمائش کے،
سجاوٹ کے
ہمیں سامان کیوں ہونا
نمو سے کیوں ہمیں محروم کرتے ہو
تمہارے پاؤں کے نیچے
زمیں قائم رہے جاناں
ہمیں مٹی ہی رہنے دو !!

●●

مصور سوچتا ہے

مصور سوچ میں گم ہے......
وہ جب بھی انگلیوں کی پور میں دابے
برش کو کینوس پر پھیرتا ہے
خیالوں میں بسے خاکے
عجب انداز میں بنتے ہیں مبہم سے
بدلتا ہے وہ رنگوں کی کٹوری
اور
برش کا زاویہ، لیکن
کوئی من چاہا منظر بن نہیں پاتا
مصور سوچتا ہے
کہیں رنگوں کی سازش تو نہیں یہ؟
بھلا اک لمبی مدت سے

یہی کوچی،
کلر اور کینوس تو
اس کے ساتھی ہیں
وہ سوتے جاگتے رنگوں کا ہے گہرا شناسا
مگر اس بار کیا ہے
کہ جیسے رنگ سارے روٹھے جاتے ہیں
بجائے خوشنما منظر کے

بھدّے،
بے تکے پیکر ابھرتے ہیں
دھواں،
شعلے،
پسرتی راکھ، ڈھتے گھر
فضا میں کوندھتی بجلی
لہو میں غرق آبادی
یہ منظر اس کی دنیا کے نہیں ہیں
مصور سوچتا ہے،
اور ——
سادہ کینوس کو چھوڑ دیتا ہے...........!

●●

وہ کچھ بولتا کیوں نہیں؟

کیوں چراغوں کی لو کانپ اٹھتی ہے رہ رہ کے
کیوں؟
ہوا جس کی ہے آگ بھی ہے اسی کی
یہ اٹھتی ہوئی بے قراری سے موجیں
پٹکتی ہیں سر ساحلوں کے کلیجے پہ کیوں؟
بلبلاتی ہیں کیوں آندھیاں دشتِ خاموش میں؟
سمندر تو ان سے بہت دور ہے
بے کراں فاصلے
درمیاں ان کے حائل تو صدیوں سے ہیں
ستارے زمیں جھانکتے، جھلملاتے ہیں کیوں؟
اوس آنسو ہیں ان کے؟

یہ سورج چمکتا' دمکتا' لٹاتا ہوا
سبز دھرتی پہ اپنے اجالے
بھری دوپہر کھول اٹھتا ہے کیوں؟
ہوا خنکیوں کی ردا پھینک کر گرم ہوتی ہوئی
کیوں جلانے پہ تل جاتی ہے جسم و جاں؟
زمیں اور سمندر کا سینہ دہکنے لگے
تو شجر و حجر اور چرند و پرند کیا کریں؟
یہ بتائے کوئی
ہر زباں پر تو جیسے خموشی کی نوکیلی کیلیں گڑی ہیں
ہوا، آگ، پانی، زمیں، آسماں
سب ہیں قبضے میں جس کے
وہ کچھ بولتا کیوں نہیں......؟

●●

لفظ کو آنچ دو

لکھو......

کاغذ کے کورے پنّوں کے بھر جانے تک

حرف حرف ہوں مشعل صورت

دور دور تک

گہرا کہرا، سورج غائب

لکھو یوں کہ

نقطے بھی چنگاریاں چھوڑیں

لفظوں میں ہو روشن آگ

پسپائی کہروں کی تو جلتے شعلوں سے ہی ہوگی

کب تک......آخر کب تک یوں ہی

کچھوے جیسے سر کو خول میں ڈالے رہنا؟

خوف اور دہشت،

سارے تذبذب
صرف ہمارے دل میں ہی کیوں ڈیرا ڈالیں؟
آخر کب تک
اندیشوں کو اوڑھے بچھائیں
اندھیارے میں دبکی مارے
وقت گنوائیں
لکھّو......
لکھنا فرض ہوا ہے
انگلیوں سے پھوٹنے والی کرنوں سے ہوں
صفحے روشن
فکریں روشن
ایسی کہ
تاریخ بھی ان کی لو سے اپنے دِیے جلائے!!

●●

وسوسہ

تمہاری روشنیوں کے
ذخیرے ماند پڑتے جا رہے ہیں
کبھی ایسے بھی دن تھے نا
کہ جگنو بھر اجالے کی
کوئی امید آنکھوں میں سجائے
تمہاری سمت حسرت سے تکا کرتے تھے ہم،
لیکن
عجب سا وقت کیسے آ گیا جاناں
تمہارے ہاتھ بھی اب تو
ہماری طرح خالی ہونے والے ہیں......!!

●●

انکار

کھڑی ہوتی ہوئی دیوار سے پوچھو......

وہ دکھ جو سرحدوں کا ہے

کہ آنکھیں سرخ کیوں ہوتی ہیں اکثر

کہ آنچل اور رومالوں کے کنارے بھیگتے کیوں ہیں؟

چلو کہ اس سے پہلے سر اٹھا کر

یہ دیواریں نہ کردیں قد کو بونا رابطوں کے

انہیں ڈھا دیں

کریں اعلان یہ مل کے

نہیں منظور ہیں دل کو سیاست کے یہ ہتھکنڈے......!!

●●

معذوری

بہت سی نظمیں کہی تھیں میں نے
لکھیں بھی، لکھ لکھ کے پھاڑ ڈالیں
جو شاید نازک طبع پہ تیری گراں گزرتیں
کہ جانتی تھی...... وہ سارے موسم
جو تیرے اندر ہیں آتے جاتے
پرکھ چکی تھی میں تیرے دل کی تمام رت کو
میں تیری سوچوں سے آشنا تھی
اسی لیے تو......
بہت سی نظمیں کہی تھیں......
لیکن......؟؟؟

●●

مکافاتِ عمل

کہاں ہو تم......؟
سفر اب اندھی گلیوں کا تمہارا منتظر ہے
خمیدہ جسم کا واحد سہارا...... گونگی، بہری ایک لاٹھی
تمہارے بوجھ کو تنہا سنبھالے
تمہیں اگلے پڑاؤ تک لیے چلنے
تمہاری ہم سفر ہے......!
کہاں ہیں روشنی کے وہ منارے ؟
دعائیں جن کی خاطر تھیں تمہاری
وہ اپنے راج محلوں میں درخشاں ہیں
کرن کی بھیک بھی تم کو نہیں ملتی......!
اندھیرے کے مسافر......
سنہرے خواب کیوں دیکھے تھے تم نے؟

پلٹنا مت ......

جو آنکھیں ہیں اندھیروں کی شناسا

جھلملاہٹ روشنی کی ان کو خیرہ ہی کریں گی

تم اپنی آنکھ ملنے کی تڑپ میں

اپنا اکلوتا سہارا کھو نہ دینا

ذرا ٹھہرو......رکو......سوچو

ورق ماضی کے پلٹو......

سنہرے خواب تم سے قبل بھی دیکھے گئے تھے

حوالے سے تمہارے

انہیں کب راس آئیں وہ دعائیں

جو وابستہ تھیں بس تم سے......

وہی سب کچھ تمہارا منتظر ہے

مکافاتِ عمل شاید یہی ہے

چلو......

آگے بڑھو

کہ اب اندھی گپھا آنے تلک بس چلتے رہنا ہے ......!!

●●

اچھے دن

تمہاری چھاؤں پانے کی تمنا میں
کئی صدیاں کٹیں
کئی صحراؤں کی تپتی مسافت طے ہوئی، لیکن
ملے تم کب کہیں؟
سنا تھا......
تم شجر ہو سبز، شیتل چھاؤں والے
سبک، ٹھنڈی ہواؤں سے
تھکن جاں کی مٹاؤ گے
مگر......
یہ سب فقط افسانے جیسا تھا
جسے اکثر گھروں میں بوڑھیاں

بے رنگ لمحوں کو
دھنک کرنے کی خاطر
گھڑتی رہتی ہیں-!
ملا مجھ کو نہیں اب تک
کسی دلدار لمحے کا نشاں کوئی
محافظ ساعتیں بھی لاپتا ہیں
مسافت کتنی باقی ہے؟
لہو تلوے بھی اب تھک ہار کر
بے سدھ ہیں
گم سم ہیں
کہاں ہو تم؟

●●

دل تو دل ہے

دل بھی پھوس کے چھپر جیسا
تیز ہوا کے قہر سے ڈر کر اڑ جائے گا
تیرے کرم کی بارش بھی کب سہہ پائے گا
تنکا تنکا بہہ جائے گا
تیز مزاجی کے شعلوں میں
دھو دھو کر کے جل جائے گا......!
تو جو چاہے
بہہ جائے یا جل جائے
تو جو چاہے
اڑ جائے یا شیتل چھاؤں میں ڈھل جائے
دل تو دل ہے
دل کا کیا......!!

●●

اجنبی موسم

ترا وہ اجنبی موسم
جو میری شاخ پر اب تک نہیں ٹھہرا
اسی کی منتظر ہوں میں......!
گلابی صبح مجھ کو چومتی
ہوا میرا بدن دھیرے سے چھوتی اور گزر جاتی
دہکتی دھوپ آتی اور ......
رگوں کو خشک کر جاتی
کوئی بادل کا ٹکڑا بھی برسنے میری شاخوں پر نہیں آیا
میں اپنے وقت کا بنجر شجر......
نہ کونپل کی نمو مجھ میں
نہ ہی پھولوں کی گنجائش

دھند لکے شام کے میرے لیے ڈھیروں
اداسی لے کے آتے ہیں
ہوائیں میری پلکوں سے
ٹپکتی اوس لے کے اپنے دامن میں
چلی جاتی ہیں شاید تیری چوکھٹ پر
مرے سوکھے ہوئے کمزور، تشنہ لب کی آخر
سب دعائیں بے اثر نکلیں

خداوندا......

تری رحمت بھرا وہ اجنبی موسم
جو میری شاخ پر اب تک نہیں ٹھہرا
اسی کی منتظر ہوں میں......!!

●●

نیا زاویہ

نظر کا زاویہ بدلو
تو دیکھو گی
ہماری راہ میں بھی انگنت خوشیاں،
سنہرے خواب
تازہ دم کھڑے ہیں منتظر
زمانے بھر کی آسائش
صف آرا ہاتھ باندھے
ہوائیں خوشبوؤں کے ہار گوندھے
شبوں کی طشت میں رکھے
روپہلے چاند تارے
ذرا آگے......

سنہری آفتابی خوش ادا کرنیں

زمیں بھی اپنے ہاتھوں میں لیے ہریالیوں کی رت

فلک بھی جگمگاتا، سر جھکائے

ہمارے پنکھ کو پرواز دینے

خلا بھی مدتوں سے منتظر ہے بانہہ پھیلائے

خبر ہے...... کیوں......؟

کہ ہم جو بنتِ حوّا، بنتِ مریم ہیں ......!!

●●

اگر تم

اگر تم ساتھ دے دیتے تو اچھا تھا
کہ تم بھی دیکھتے
دشوار راہیں کس طرح آسان ہوتی ہیں
کٹیلی جھاڑیوں کے درمیاں
اور نوکیلے پتھروں کے بیچ
اک رستہ بنانا
کیسے ممکن ہے
مدتوں تپتے ہوئے
صحراؤں کی لمبی مسافت......
سفر کا عزم تو جلتے ہوئے تلوے،
لہو روتی ہوئی ان انگلیوں کے دکھ،
تھکے ہارے بدن کی ٹیس دیتی ہے
مگر تم رخ بدل کر
اس طرح بے رنگ سی آسائشوں کے بیچ گھر کر رہ گئے
بھلا تم زندگی کا لطف کیا جانو......!

●●

سنہرا حاشیہ

سنہرا حاشیہ تھے ہم
صفحہ بنے نہیں پائے
مگر یہ سوچتے ہیں
فقط اک حاشیہ بھر کیوں ہیں آخر ہم؟
تمہارے پاس کیوں صفحات سارے ہیں؟
خزانہ لفظ کا آخر تمہاری دسترس میں کیوں؟
سوالوں کی الجھتی ڈور کو سلجھائیں کب تک ہم؟
سرا ملتا نہیں کوئی
پہیلی جیسے کوئی ہو
یہ کیسا بھید ہے جاناں......؟؟

●●

سفر یادوں کا

پھر ہوئی شام
مہکنے لگے تاروں کے سمن اور گلاب
درِ تنہائی پہ یادوں کے قدم......
آئے......
رکے......
روح کے دشت میں سناٹا صدا دینے لگا
زخم کی ٹیس......
کہ ہر لمحہ
لہو رسنے لگا
پھر ستاروں کی خنک خوشبو میں
گھل گئی زخم کی نمکین مہک
چاند نکلا تو خیالات کے جادو جاگے

کتنے رِستے ہوئے لمحوں کی کسک دل کی ہتھیلی پہ لیے
کھل گئی چپکے سے
ماضی کی شکستہ کھڑکی
رات بھر ذہن میں جلتے رہے
اَن گنت موسمِ رفتہ کے دِیے
دل سلگتا رہا
زخموں سے لہو رستا رہا
چارسو گرتی رہیں درد کی شبنم کلیاں
اور یونہی رات کے سناٹے میں
درِ تنہائی پہ یادوں کے قدم
آئے......
رکے......
لوٹ گئے !!!

●●

یہ میرے خواب

میں اپنے سر پھرے خوابوں پہ حیراں ہوں
یہ میرے خواب......
جوہی کے شگوفوں کی طرح کومل نہیں ہیں
نہ بیلے کی طرح خوشبو سے پر ہیں
نہ کونپل کی طرح نازک
شگفتہ بھی نہیں کھلتے گلابوں سے......!
یہ راتوں کے کسی گم سم پہر میں
مری آنکھوں میں آتے ہیں
عجب قصے سناتے ہیں......
دریدہ پیرہن کی داستانیں
حکایت خوں چکاں جسموں کی کہتے ہیں
سناتے ہیں کہانی اونگھتے محلوں کی

بھڑکتی آگ کی، بنجر زمینوں کی
چمک شعلوں کی ایسی کہ
بصارت چھین لیتی ہے
دھمک ملبوں کی ایسی کہ
سماعت چھین لیتی ہے......!
یہ منظر دل میں کانٹوں کی طرح چبھتے ہیں
اور چبھ کر
اسی میں ٹوٹ جاتے ہیں
کسک بن کر وہ رہ جاتے ہیں
اور سانسوں میں بستے ہیں
گلہ کیوں کر کروں؟
کس سے کروں؟
تم ہی بتاؤ تو
کہ ایسے سر پھرے خوابوں کی ٹیسوں سے
تمہاری آشنائی ہے......!!

●●

کہیں ایسا نہ ہو

عنانِ وقت کو تھامے رہو ——!
جب تک تمہارے ہاتھ میں ہے
ہر اک موسم تمہیں سجدہ کرے گا
کوئی منہ زور آندھی بھی نہ اٹھے گی
کبھی شاید ہوا کا کوئی جھونکا
مخالف بھی ہوا تو
پاؤں سے گردِ سفر ہی جھاڑ پائے گا ......!
عنانِ وقت کو تھامے رہو
چلتے رہو
کہ دور تک ہریالیاں قدموں تلے روندی چلی جائیں
یہ اگتی بھوک اور افلاس کی فصلیں
زمیں کو اس کے بنجر پن کا طعنہ دیں

خزانے اس طرح خالی کرو
کہ بانجھ عورت کی پشیماں کوکھ کی صورت نظر آئیں
پکڑ اپنی ذرا مضبوط رکھو
تمہاری آنے والی سات نسلوں کے لیے
کہیں جنت، کہیں باغ ارم تعمیر ہونے تک ......!!
ابھی موقع غنیمت ہے
کسی طوفان کے اٹھنے سے پہلے تم
درختوں کی جڑیں ہی کاٹ دو
اگر دھرتی ہوئی بے سائباں، کیا ہے
دہانے ندّیوں کے کھول دو
اگر سیلاب بستی پر قیامت ڈھائے تو کیا ہے
عنانِ وقت کو تھامے رہو......
لیکن
ذرا جلدی کرو
کہیں ایسا نہ ہو
کہ خود تمہاری مٹھیوں کے زور میں آ کے
یہ رسّی چھوٹ جانے کے بجائے
ٹوٹ جائے......!!

●●

مفاہمت

نہیں ساہس جٹا پائی
ترا در چھوڑنے کا
نہ میرا ویر بانکا تھا
نہ بابا کا کلیجہ ہی کشادہ تھا
نہ آنچل سائبانی ماں کا تھا
کہ وہ خود بھی دریدہ پیرہن تھی
سڑک پر بھیڑیے تھے منتظر
اماں کی صورتیں ناپید تھیں ساری
کوئی شانہ نہیں تھا سر ٹکانے کو
تو کیا کرتی ......
یہی بہتر لگا جاناں
تری چھت کے تلے رہ کر
عذابِ زندگی سہنا ......!!

●●

خاموشی کی لذت اپنی

جی چاہے تو......
کبھی کبھی کچھ کہہ لینا ہے
کبھی کبھی چپ رہ لینا ہے
کہنے کا کچھ رمز الگ ہے
چپ رہنے کا بھید الگ
آوازوں کا سُر ست رنگا
جھرنا، جنگل اور سمندر
سناٹے کی لَے نادر ہے
صحرا، پربت، نیلا امبر
ساتوں سُر کا نشہ اپنا
خاموشی کی اپنی لذت......!!

●●

سب کچھ تیرے نام

ترے نام کاذب کی دھنداور کہاسے
ترے نام کرنوں کے رنگیں لہرئے
ترے نام چڑیوں کے دلکش ترانے
ترے نام سورج کی نشیلی حدت
ترے نام شبنم کے شفاف قطرے
ترے نام پربت کی اونچی قطاریں
ترے نام پیڑوں کے صف باندھے سائے
ترے نام شہروں کی گنجان سڑکیں
ترے نام گاؤں کے پرامن خطے
ترے نام کھیتوں میں لہراتی فصلیں
ترے نام دریا کے دل شاد نغمے
ترے نام صحرا کی تپتی مسافت
ترے نام پتھریلی وادی کے جھرنے

ترے نام آکاش کے چاند تارے
ترے نام راتوں کے خاموش لمحے
ترے نام آنکھوں کے ست رنگے سپنے
ترے نام دل کے مصفا ارادے
ترے نام مسجد، کلیسا، شوالے
ترے نام مفلس کے، شاہوں کے سجدے
ترے نام نفرت کی بنجر زمینیں
ترے نام دھرتی پہ جلتے گھروندے
ترے نام سڑکوں پہ بے آس لاشیں
ترے نام ماؤں کے بے انت نوحے
ترے نام بیوہ کے اجلے دوپٹے
ترے نام مہندی کو ترسی ہتھیلی
ترے نام بیٹوں کو روتی حویلی
ترے نام دہشت کے آسیبی موسم
ترے نام بارش کی خوں ریز جھم جھم
ترے نام کی عظمتیں بے کراں
ترا نام مولا کراں تا کراں
تو ہی ابتدا ہے
تو ہی انتہا
ترا نام اول
ترا نام آخر

●●

Silsile Sawalon ke

(Poetry Collection)

by

Kahkashan Tabassum

Kasauti Publication

Sadar Bazar, Samastipur-848 101 (Bihar) India

editor@kasautijadeed.com, kasautijadeed@rediffmail.com

www.kasautijadeed.com